© rasailojaraid.com

بیاضِ واحدی

(گزشتہ سے پیوستہ مسئلہ) شرح منیۃ المصلی میں ہے کہ امام محمد کا قول ہے کہ ماء مستعمل پاک ہے، پاک کرنے والا نہیں۔ نیز یہ روایت امام ابوحنیفہ سے بھی منقول ہے۔ درمختار میں ہے کہ بظاہر ماء مستعمل پاک کرنے والا ہے، اگرچہ غسلِ جنابت کے لئے استعمال کیا جائے۔ عالمگیری میں ہے کہ امام محمد کہتے ہیں کہ ایسا پانی پاک ہے اور امام ابوحنیفہ سے بھی یہی روایت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ محیط میں ہے۔ اس سے نجاست حقیقی یعنی جنابت سے غسل کرنا بھی جائز ہے۔ چنانچہ منیۃ المصلی میں ہے کہ جسم اور کپڑا ماء مستعمل، نیز ہر پاک مائع سے دھونا جائز ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ ماء مستعمل سے ناپاک چیزیں نہیں دھوئی جاسکتیں۔ بحر میں ہے کہ "ناپاک چیزوں" کی قید اس بنا پر لگائی کہ امام احمد امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ ماء مستعمل پاک ہے، مگر پاک کرنے والا نہیں۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک (ہر قسم کی) مائعات سے ناپاک چیزوں کو پاک کرنا جائز ہے۔ مجتبیٰ نے بحوالہ قدوری، شرح الارشاد اور صلوٰۃ الجلالی نقل کیا ہے کہ ظاہر روایت کے مطابق ماء مستعمل سے نجاست دھونا جائز ہے۔ جواہر الاخلاطی میں ہے کہ ماء مستعمل سے نجاست زائل ہوجاتی ہے، جیسا کہ امام حسن شیبانی امام ابوحنیفہ سے نقل کرتے ہیں اور عراقی مشائخ سے بھی یہی قول منقول ہے۔ عالمگیری میں ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے قول کے مطابق پانی، ہر مائع چیز اور ماء مستعمل سے نجاست دھونا جائز ہے، اسی قول پر فتویٰ ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے۔ درمختار میں ہے کہ قابل اعتماد قول کے مطابق ماء مستعمل کا حکم یہ ہے کہ معمولی نجاست سے پاک کرنے والا ہے مگر بڑی نجاست یعنی جنابت وغیرہ سے پاک کرنے والا نہیں ہے۔ فرائض الاسلام میں ہے کہ فرض ہے کہ غسل خالص پانی، ماء مستعمل، نیز مائعات مثلاً پھولوں کے عرق سے کرے۔ یہ بھی لازمی ہے کہ جس چیز سے پاکائی حاصل کی جائے وہ بذات خود پاک ہو، اگرچہ استعمال شدہ ہو۔ کیونکہ مشہور یہی ہے کہ ماء مستعمل بذات خود پاک ہے، مگر حکمی نجاست یعنی غسل جنابت سے پاک کرنے والا نہیں، واللہ اعلم بالصواب (حررہ فقیر عبدالواحد سیوستانی)

سوال: ہر وقت کنگی کرنا جائز ہے یا کسی وقت ممنوع اور مکروہ بھی ہے؟ مفتاح الصلوٰۃ وغیرہ کتب میں کنگی کرنے کو وضو کے مستحبات میں شمار کیا گیا ہے۔ اس سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ دن رات میں جب بھی نماز کے لئے وضو کرے، کنگی کرے۔ جبکہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہر وقت کنگی کرنے سے منع فرمایا ہے، اس کی کیا توجیہ ہے؟ سبب بیان فرمائیں اور اجر حاصل کریں۔

جواب: بظاہر ہر نماز کے لئے وضو کے وقت کنگی کرنا مستحب ہے۔ "رسالۃ حبیبیہ" میں ہے: حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص ہر نماز کے وضو کے بعد بالوں میں کنگی کرے گا، اللہ تعالیٰ جل شانہ اس کا فقروفاقہ ختم کرے گا۔ سورۃ اعراف کی آیت مبارکہ خذوا زینتکم عند کل مسجد (ہر سجدہ گاہ کے وقت زینت اختیار کرو) کی تفسیر میں تفسیر کشاف اور مدارک میں ہے: "اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ہر نماز سے پہلے داڑھی میں کنگی کرو۔" لیکن دیگر نصوص شرعیہ سے زیادہ تر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر وقت کنگی کرنا ضروری نہیں؛ بلکہ وقتاً فوقتاً کرنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چاہیئے، تاکہ آیت اور حدیث میں مطابقت پیدا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (حررہ فقیر عبدالواحد سیوستانی)

سوال: دورانِ نماز عورت کے پستان میں دودھ آیا یا عورت نماز پڑھ رہی ہے اور بچہ اس کے پستان سے دودھ پیتا ہے۔ اس سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ سراج المصلی میں مخدوم ابوالحسن داہری نے فتویٰ دیا ہے کہ نماز کے دوران دودھ نکلنے کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا، جبکہ بعض علماء اس حالت میں وضو ٹوٹ جانے کا حکم دیتے ہیں۔

جواب: بظاہر عورت کا دودھ پاک ہے اور پاک چیز کے نکلنے سے وضو ٹوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جیساکہ بحر میں ہے کہ جو چیز نجس نہیں وہ وضو توڑنے والی نہیں ہوتی۔ البتہ بچہ کے دورانِ نماز ماں کے پستان سے دودھ پینے کی وجہ سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ لیکن بچے کے پینے کے بغیر دودھ بہے تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔ لہٰذا اس سلسلہ میں مخدوم ابوالحسن داہری نے جو مسئلہ بیان کیا ہے وہ صحیح ہے۔ لیکن واضح ہو کہ آپ کا مطلب یہ ہے کہ وضو نہیں ٹوٹتا، یہ مطلب نہیں کہ نماز بھی نہیں ٹوٹتی۔ اس اعتبار سے جو حضرات دورانِ نماز دودھ بہنے کی بنا پر وضو ٹوٹ جانے کا فتویٰ دیتے ہیں وہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ فقہائے کرام میں سے کسی نے بھی ایسا فتویٰ نہیں دیا کہ مجرد دودھ کا بہنا ناقضِ وضو ہے۔ اسی طرح کوئی اس بات کا بھی قائل نہیں کہ بغیر دودھ پیے بھی ایسی عورت کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ حق اور درست بات یہی ہے کہ نماز اس وقت ٹوٹے گی جب بچہ نماز کے دوران دودھ پی لے۔ شاید اس طرح کا فتویٰ دینے والے پر مسئلہ اس وجہ سے مشتبہ اور خلط ملط ہوگیا کہ جب اس نے سمجھا کہ چونکہ نماز ٹوٹ جاتی ہے تو خودبخود وضو بھی ٹوٹ جائے گا، جو بداہۃً غلط ہے جیساکہ واضح کیا گیا۔ عالمگیری میں ہے کہ: ''بچہ نے عورت کے پستان کو چوسا، اس سے دودھ نکل آیا تو اس کی وجہ سے عورت کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ اگر دودھ نہیں بہا تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔ کیونکہ جب نماز میں اس کا پینے کی وجہ سے دودھ بہا تو وہ دودھ پلانے کے حکم میں ہوگئی۔ امام سرخسی کی کتاب محیط میں اسی طرح ہے۔ دورانِ نماز پستان چوسنے کی وجہ سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، خواہ دودھ نکلے یا نہ نکلے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز ٹوٹنے میں یہ شرط نہیں کہ آدمی اپنی مرضی اور اختیار سے غیر نماز کا فعل کرتا ہے یا نہیں، بلکہ مطلق کسی ایسے فعل کا صدور ہی نماز توڑنے کا باعث ہوتا ہے جو نماز کے خارج کا فعل ہے۔ درمختار میں حلبی کے حوالہ سے ہے کہ فاسدِ نماز سبب میں نمازی کے اختیار کا شامل ہونا شرط نہیں۔ لہٰذا جس نمازی نے کسی کو دھکا دیا، یا چند قدم سواری کو آگے کیا، یا اس پر بار رکھا، یا نماز کی جگہ سے باہر نکلا، یا بچہ نے عورت کے پستان کو تین چسکے دیے (اور دودھ نہیں نکلا) یا ایک چسکہ میں ہی دودھ نکل آیا، یا شہوت کے ساتھ کسی کو چھویا، یا شہوت کے بغیر بوسہ دیا، تو ان حالات میں نماز ٹوٹ جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب (حررہ الفقیر عبدالواحد سیوستانی)

سوال: مشکوٰۃ المصابیح کی شرح میں ملا علی قاری اور شمائل نبوی اور اس کی شرح مصلح الدین میں ہے کہ پاک صاف ہاتھوں کو کھانے کے لئے ازسرِنو دھونا اسراف ہے، جبکہ فقہ کی دیگر کتب میں کھانا کھاتے وقت ہاتھ دھونے کو سنت کہا گیا ہے اور کسی قسم کی شرط عائد نہیں کی گئی، امید ہے کہ مسئلہ کی تحقیق فرمائیں گے۔ جزاکم اللہ فی الدارین جزاء حسنا۔

جواب: کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کا بنیادی سبب صفائی حاصل کرنا نہیں کہ اسے اسراف میں شمار کیا جائے۔ کیا کسی مسلمان کو گمان ہوسکتا ہے کہ نبی ﷺ کے ہاتھ مبارک پاک نہیں ہوتے تھے، اس لئے کھاتے وقت دھوتے تھے؟ بلکہ آپ ہر وقت پاک و صاف رہتے تھے۔ اس کے باوجود کھانے سے پہلے ہاتھ دھوتے تھے، جیساکہ مشائخ لکھتے ہیں۔ شرح مواہب الرحمان میں ہے کہ کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھ دھونا سنت ہے۔ خزانۃ الروایات میں ہے کہ کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا سنت ہے، اس سنت پر عمل بغیر کسی شرط کے ہے، یعنی ہاتھ پاک وصاف ہوں یا نہ ہوں۔ اس راز کو نبی ﷺ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ یہ عمل حصولِ برکت کے لئے ہے، جیسا کہ مشکوٰۃ کی حدیث میں ہے کہ کھانے کی برکت اول اور آخر ہاتھ دھونے میں ہے، اس سے فقر اور تنگدستی ختم ہوجاتی ہے، جیسا کہ خزانۃ الروایات میں ہے۔ عوارف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھونا تنگدستی کو ختم کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ہاتھ دھونے کا سبب فقر فاقہ اور تنگدستی کو دور کرنا ہے۔ کیوں کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا اللہ جل شانہ کی نعمت حاصل کرنا اور فقر وفاقہ اور تنگدستی دور کرنے کا باعث ہے۔

اب آپ کو یہ حقیقت معلوم ہوگئی کہ پاک وصاف ہونے کو بنیاد بنا کر ہاتھ نہیں دھوئیں گے تو بیان کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرنا ممکن نہ ہوگا، جیسا کہ مخفی نہیں، لہٰذا کسی طرح اس عمل کو اسراف نہیں کہا جاسکتا، جبکہ اس حقیقت کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی گئی کہ کھانے سے پہلے اور بعد مسلمانوں کا معمول اور دستور ہے کہ ہاتھ دھوئے جاتے ہیں کیونکہ اس سے برکت حاصل ہوتی ہے اور تنگی اور محتاجی رفع ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (حررہ فقیر عبدالواحد سیوستانی)

نجاستوں کا بیان

سوال: پیشاب کرکے کوئی شخص پیشاب کی جگہ کو ڈھیلے سے چسپاں کیے رکھے، اس دوران بغیر ضرورت کے بات کرے تو جائز ہے یا مکروہ؟

جواب: بظاہر معتبر کتابوں کے مطابق بات کرنا بیت الخلاء میں مکروہ ہے، جیسا کہ بحوالہ بستان مثانہ میں ہے۔ بحر میں ہے کہ بیت الخلاء میں بات نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ "بیت الخلاء" پیشاب پاخانہ کی مخصوص جگہ کو کہتے ہیں (جمع الوسائل شرح الشمائل) ملا علی قاری کی شرح الحصن میں بھی اسی طرح ہے۔ مرقاۃ میں ہے کہ اسے "بیت الخلاء" اس وجہ سے کہتے ہیں کہ انسان قضائے حاجت کی غرض سے تنہا اور خالی ہوتا ہے۔ یہ بات بھی مخفی نہیں کہ سوال میں پوچھی گئی حالت میں بات چیت کرنا اس حکم سے خارج ہے لہٰذا مکروہ نہیں۔ پس بیت الخلاء میں بات کرنے سے استدلال کرتے ہوئے مذکورہ بالا حالت میں بیت چیت کے مکروہ ہونے کا حکم لگانا درست نہیں۔ بیان کردہ حالت کو بیت الخلاء پر محمول کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ البتہ احتیاط اور پرہیزگاری کی بات ہی اور ہے۔ مثل مشہور ہے کہ "اپنے قلب سے فتویٰ پوچھ اگرچہ وہ تیرے مجنون ہونے کا فتویٰ دے۔" واللہ اعلم بالصواب (حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: پیشاب کی جگہ کے سرے کو زمین سے رگڑے تو کیا اس طرح استنجا جائز ہے؟ بینوا وتوجروا

جواب: بظاہر استنجا کا مسنون طریقہ پتھر یا ڈھیلے سے اس جگہ کو رگڑنا ہے، حدیث میں اسی طرح وارد ہے۔ پوچھے گئے طریقہ سے اگر استنجا کی غرض و غایت پوری ہوتی ہے تو استنجا ہوجائے گا بالخصوص جبکہ پتھر اور ڈھیلا نہ ملے۔ کیونکہ سطح زمین بھی دراصل مٹی اور ڈھیلے کی جنس ہی ہے اور ہر قسم کی مٹی اور ڈھیلے سے استنجا جائز ہے۔ زمین سے متصل یا بغیر متصل رگڑنے کے فرق کی بنا پر اسے ناجائز نہیں کہا جاسکتا، جبکہ مذکورہ بالا مقصد پورا ہو۔ بحر میں ہے کہ کسی بھی قسم کے پتھر سے استنجا کرنا مسنون ہے۔ مصنف کی مراد نرم پتھر ہے جو پاک ہو، نجاست زائل کرے اور جس کی مٹی اور ڈھیلے کی طرح کوئی قیمت نہیں ہوتی، واللہ اعلم بالصواب (حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: استنجا میں بدبو ختم ہونے کے بارے میں یقینِ کامل حاصل ہونا شرط ہے یا نہیں؟ بیان کریں اور اجر حاصل کریں۔

جواب: ظاہر ہے کہ نجاست کی بدبو ختم ہونے کا یقین حاصل ہونا شرط ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ استنجا کے لئے پانی استعمال کرے حتیٰ کہ یقین ہوجائے کہ متعلقہ جگہ پاک ہوگئی ہے۔ اور پاکی حاصل کرنے کے لئے گنتی لازمی نہیں، مگر جب اسے وسوسہ دامنگیر ہو تو اس صورت میں تین تین بار دھوئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"عالمگیریہ" میں ہے کہ کیا دھونے میں تعداد شرط ہے؟ (جواب یہ ہے کہ) علماء میں سے کسی نے تین تعداد بتائی ہے، کسی نے سات اور کسی نے دس۔ صحیح قول یہ ہے کہ معاملہ استنجا کرنے والے پر منحصر ہے۔ دھوتا رہے یہاں تک کہ دل میں یہ بات بیٹھ جائے کہ جگہ پاک ہوگئی ہے۔ جتہ میں ہے کہ بعض مشائخ کہتے ہیں کہ دھوئے، یہاں تک کہ اتنا اطمینان ہو کہ پانی کا اگلا چلو پینا چاہے تو اسے مکروہ نہ سمجھے۔ "خزانۃ المفتین" میں ہے کہ گنتی کے بغیر دھوئے یہاں تک کہ دل مطمئن ہوجائے کہ جگہ پاک ہوچکی۔ بحر میں ہے کہ مطلق دھونے کا حکم ہے اور تعداد شرط نہیں۔ اس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ معاملہ پاکی حاصل کرنے والے شخص کی رائے اور صوابدید پر منحصر ہوجاتا ہے۔ پس اسے دھوئے یہاں تک کہ اطمینان قلب حاصل ہوجائے کہ استنجا کی جگہ پاک ہوچکی۔ اسی طرح فتح القدیر میں ہے۔ اشباہ میں ہے کہ استنجا میں نجاست کی جگہ اور جن انگلیوں سے استنجا کیا جائے اس کی بدبو کا زائل ہونا شرط ہے۔ جب عاجز آجائے تو حرج نہیں اور لوگ اس (اضطراری حالت کے حکم سے) غافل ہیں۔ درمختار اور خزانۃ الروایات میں بحوالہ قنیہ بھی اسی طرح ہے۔ بحر میں ہے کہ دھونے میں کتنی بھی کوشش کرے، جب تک بدبو زائل نہ ہو، طہارت حاصل نہ ہوگی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ پاخانہ نظر آنے والی نجاست ہے۔ پس اس کی اصلیت، جنس اور اثر کا دور کرنا شرط ہے۔ اگر تین تین بار دھونے سے نجاست زائل نہ ہو تو بھی پاکی حاصل نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے کہ ناپاک جگہ سے نظر آنے والی نجاست اور اس کا اثر زائل کرکے پاکائی حاصل کرے، ایک مرتبہ دھونے سے مقصود حاصل ہو، یا تین سے، یا زیادہ بار دھونا پڑے، یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ بحر میں ہے کہ "نجاست مرئی" سے مراد وہ نجاست ہے جو خشک ہونے کے بعد دیکھنے میں آئے، مثلاً خون اور پاخانہ۔ کنز میں ہے کہ: نظر آنے والی نجاست اس وقت پاک ہوتی ہے جب اس کی اصلیت ختم ہوجائے، مشقت اور تکلیف ہو تو اور بات ہے۔ بحر میں ہے کہ اثر سے مراد رنگ اور بدبو ہے۔ اس کا زائل کرنا مشکل ہو تو حکم ساقط ہوجاتا ہے۔ "مشقت" کا مطلب ہے کہ نجاست ختم کرنے کی خاطر پانی کے علاوہ صابن، سوڈا، اور گرم پانی استعمال کرنے کی ضرورت پڑے، جیسا کہ سراج الوہاب میں ہے۔ عالمگیری میں ہے کہ نجاست مرئی ہو تو اس کا اثر، بدبو، وغیرہ زائل کرنا شرط ہے، اس کے اثر کو ختم کرنا چاہئے اور اس بات کا لحاظ نہ کیا جائے کہ اتنی اور اتنی بار دھویا جائے، اسی طرح محیط میں ہے۔ مشہور ہے کہ آدھا کلو پانی استنجا کے لئے کافی ہے تو مسنون استنجا کا یہ حکم اس وقت ہے جبکہ نجاست ادھر ادھر نہ پھیلے۔ اس صورت میں واقعتاً بظاہر پانی کی مقررکردہ شرعی مقدار نجاست ختم کرنے لئے کافی ہوتی ہے۔ نجاست پھیلی ہوئی ہو تو اس صورت میں زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ اس حالت میں "مخرج" یعنی نکلنے کی جگہ کے علاوہ نجاست لگی جگہ کا دھونا بھی فرض ہے، جیسا کہ تمام نجاستوں کا حکم ہے۔ مسئلہ کی یہ صورت دراصل استنجا کے حکم سے ماوراء اور خارج ہے۔ خلاصہ میں ہے کہ نجاست نکلی ہوئی جگہ سے مقدار درہم سے زیادہ پھیل جائے تو اسے زائل کرنا فرض ہے اور اس پر اجماع ہے۔ محیط میں ہے کہ جب پاخانہ کی جگہ زیادہ آلودہ اور نجاست زدہ ہو تو پوری جگہ دھوئی جائے گی۔ متانۃ میں ہے کہ پانی سے استنجا کرنا مستحب ہے، سنت نہیں۔

مگر ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ یہ حکم ان کے زمانے میں تھا، ہمارے زمانے میں پانی سے استنجا کرنا سنت ہے، کیونکہ پہلے لوگ اونٹ کی مینگنی استنجا میں استعمال کرتے تھے اور ہمارے زمانے میں گوبر وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں حضرت علیؓ کا مختار قول بھی وارد ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ بیہقی نے اپنے سنن میں حضرت علیؓ کا قول نقل کرتے ہیں کہ پہلے لوگ اونٹ کی مینگنی استنجا میں استعمال کرتے تھے اور اب گائے اور بھینس کا گوبر استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے پتھر سے استنجا کرو اور بعد پانی استعمال کرو۔ بحر میں ہے کہ پانی سے استنجا ہر زمانے میں سنت مؤکدہ ہے۔ اس قول سے یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فائدہ حاصل ہوا کہ ہمیشہ ایسا کرنا مسنون طریقہ ہے۔ غرض یہ کہ پھیلی ہوئی نجاست دھونے کے لئے ایک رطل (آدھا کلو) سے زیادہ پانی استعمال کرنا جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں اس کا حکم استنجا کا نہیں بلکہ مسئلہ آلودہ جگہ دھونے کا ہوتا ہے۔ چونکہ پاخانہ نظر آنے والی نجاست ہے اس لئے اس کی اصل، اس کا اثر اور اس کی بدبو دھونا شرط ہے (خواہ کتنا پانی استعمال کرنا پڑے) اسے نظر نہ آنے والی نجاست پر قیاس نہیں کیا جاسکتا جسے تین بار دھویا جائے تو پاکی حاصل ہوجاتی ہے۔ ہاں! پانی کی اتنی مقدار سے اس کی اصل اور اثر ختم ہوجائے تو حرج نہیں، مثلاً اونٹ کی مینگنی سے آدمی پیشاب کی جگہ کی نجاست ختم کرے تو کافی ہے۔ جس شخص کو وسوسے کی بیماری ہو (کہ پتا نہیں نجاست ختم ہوئی یا نہیں؟) اس کے بارے میں مشائخ فرماتے ہیں کہ تین بار اس جگہ کو دھوئے تو کافی ہے۔ بشرطیکہ بنیادی اعتبار سے نجاست کا اثر ختم ہوجائے، اگرچہ اس کے بعد بھی دل مطمئن نہ ہو جیسا کہ ظاہر ہے۔ جب تین بار دھونے سے اصل نجاست اور اثر باقی رہے تو پاکی حاصل نہ ہوگی اور اس حکم میں دونوں شخص برابر ہیں، یعنی شکی آدمی ہو یا غیر شکی مزاج واللہ اعلم بالصواب (حررہ الفقیر عبدالواحد سیوستانی)

نجاستوں سے پاکائی حاصل کرنے اور غسل کا بیان

سوال: مرد کے ذکر سے منی زور سے نکلے اور لذت حاصل نہ ہو تو کیا اس کی وجہ سے غسل واجب ہوگا؟

جواب: بظاہر جب عورت اور مرد جدا ہوں اور لذت حاصل نہ ہو تو غسل واجب نہ ہوگا۔ اگر نکلنے کے وقت سے پہلے لذت حاصل ہوگئی تو غسل واجب ہوگا۔ بحر میں ہے کہ اگر منی پیشاب کے بعد نکلے جو آدمی کے ذکر سے ٹپکے تو غسل واجب ہوگا۔ اگر اس کا ذکر منتشر نہیں یعنی اس سے ٹھیک نہیں رہی تو غسل واجب نہ ہوگا۔ فتاویٰ قاضی خان وغیرہ میں اسی طرح ہے، اس کے وجوب کا محل موقعہ شہوت کا وجود ہے۔ درمختار میں ہے کہ غسل کا فرض اپنی جگہ سے شہوت و لذت کے ساتھ خروج منی پر منحصر ہے۔ جیسا کہ مخدوم روح اللہ نے فرمایا ہے اور یہی بات درست ہے کیونکہ لذت و شہوت کے بغیر مجرد منی کا خارج ہونا غسل واجب کرنے کا باعث نہیں ہے۔ اگرچہ بعض کتب فتاویٰ میں لذت و شہوت کی قید مذکور نہیں، لیکن ان کا مقصود بھی یہی ہوتا ہے۔ بحر میں ہے کہ مطلق فتاویٰ اور احکامات جو فقہاء کرام بیان کرتے ہیں ان کا غالب حکم یہ ہے کہ وہ مقید اور مشروط ہوتے ہیں یعنی ہر حکم کسی نہ کسی شرط اور قید سے مشروط ہوتا ہے، جسے اہل علم خود بخود سمجھ جاتے ہیں، فقہاء کرام طالب علم کی استعداد اور ذہنی سوچ کو سامنے رکھتے ہوئے ہر وقت ان شروط کو بیان نہیں کرتے، واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: گرمی کے ایام میں گرمی کی شدت کم کرنے کے لئے نہانا بدعت ہے یا سنت؟

جواب: بظاہر سنت رسول ﷺ ہے کیونکہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن گرمی کے ایام میں مکہ مکرمہ سے سفر کے لئے نکلے، ایک جگہ منزل فرمائی، پانی طلب کیا اور غسل فرمایا۔ پھر حضرت عباس (یعنی آپ کے چچا) اٹھے اور آپ کو ایک اونی چادر اوڑھائی (ابن عساکر، رویانی، شاشی) سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے جذبہ سے کوئی گرمی میں نہائے تو یہ عادت بھی عبادت بن جاتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے تالاب میں بھی غسل کیا اور اس میں تیراکی بھی فرمائی ہے۔ اس سلسلہ میں بھی متابعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت سے غفلت نہیں کرنی چاہیے، واللہ الموفق۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا اور صحابہ کرام بڑے تالابوں میں نہایا کرتے تھے۔ (ابن شاہین)

سوال: مچھلی کے پتہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: ظاہر یہ ہے کہ پتہ ہلکی نجاست میں شمار ہوتا ہے۔ جیسا کہ 'اشباہ' میں ہے کہ ہر چیز کا پتہ اس کے پیشاب کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرح ہے۔ بحر، بزازیہ اور خزانۃ المفتین میں بھی اسی طرح ہے۔ لہٰذا کسی چیز کے پیشاب کا جو حکم ہے، وہی اس کے پتہ کا بھی ہوگا۔ مچھلی کے پیشاب کا اگرچہ وجود نہیں، لیکن معلوم ہے کہ وہ کھائی جاتی ہے اور مسلّم فقہی اصول ہے کہ جو چیز کھائی جائے، اس کا پیشاب ہلکی نجاست ہے۔ اس حکم کا تقاضا ہے کہ مچھلی کا پتہ ہلکی نجاست ہو۔ اس عام قاعدہ کی تائید ''اشباہ'' کی عبارت سے ہوتی ہے کہ چمگادڑ کے علاوہ ہر جاندار کا پیشاب ناپاک ہے۔ کیونکہ چمگادڑ کا پیشاب پاک ہے۔ پس اسی عام قاعدہ کے تحت مچھلی کا پیشاب ہو، تو ہلکی نجاست ہوگا۔ اس لئے اس کا پتہ بھی ہلکی نجاست ہوگا اور اس قاعدہ کلیہ کے تحت ''تحفۃ الفقہ'' کی عبارت کو سمجھنا چاہئے، جس کے مصنف فرماتے ہیں کہ چھوٹی مچھلیاں جن کا پتہ نکالنا ممکن نہیں ہوتا، نہ کھائی جائیں، کیونکہ پتہ نجس ہے۔ لیکن حموی بحوالہ ''تتف'' فرماتے ہیں کہ زمین اور پانی کے حشرات الارض، جن کے بال ہوں وہ اور جو چیز ان سے نکلے ناپاک نہیں اور کسی کو ناپاک کرنے والی بھی نہیں۔ تاہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے قول کے مطابق اس سے احتراز کرنا افضل ہے۔ فقہاء کے نزدیک اس قسم کے حشرات الارض دو قسم پر ہیں: ۱- جن میں بہتا خون ہوتا ہے۔ مثلاً چوہا، سانپ، گرگٹ۔ ایسے جاندار خود، اور جو کچھ ان سے نکلے ا،ر ان کا جھوٹا مکروہ ہے۔ ان کا پیشاب نجس ہے۔ ۲- وہ جاندار جن میں بہتا خون نہیں ہوتا ان سے جو کچھ نکلے پاک ہے۔ اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ مچھلی کی بیٹھ پاک ہے، کیونکہ پانی کی مخلوق ہونے کی وجہ سے اس کے اندر خون نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس اصول کی بنا پر اس کا پیشاب ناپاک نہیں۔ اسی حکم کے تحت اس پتہ بھی پاک ہے۔ اسی پر ان چھوٹی مچھلیوں کو قیاس کیا جاسکتا ہے، جن کے پتے اور چھلکے جدا کرنا ممکن نہیں ہوتے۔ لہٰذا ان کا کھانا حلال ہے۔ کیونکہ ان کے بارے میں انحصار اس روایت پر ہے کہ مچھلی کا پتہ پاک ہے۔ پس غور سے کام لیں۔ واللہ اعلم بالصواب

(حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: ٹڈی دل کی بیٹھ کا کیا حکم ہے؟

جواب: ظاہر ہے کہ ٹڈی کی بیٹھ پاک ہے، کیونکہ ٹڈی ان پرندوں میں سے ہے جن کو کھایا جاتا ہے اور جو فضا میں اڑتی ہیں اور جن کی بیٹھ پاک ہوتی ہے۔ 'درمختار' میں ہے کہ فضا میں اڑنے والے پرندے جو کھائے جاتے ہیں، ان کی بیٹھ وغیرہ پاک ہے۔ تاہم کسی کا ذہن اس بات کو تسلیم نہ کرے کہ ٹڈی پرندوں میں شمار ہے تو پھر اس کی بیٹھ ناپاک ہوگی۔ بشرطیکہ اس میں بہتا خون ہو۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس میں خون نہیں ہوا کرتا۔ لہٰذا اس صورت میں بھی اس کی بیٹھ پاک ہے کہ حموی نے اس کے بانوں اور چھلکوں کی وجہ سے اسے جانوروں میں شمار کیا ہے اور (اصول ہے کہ) جن جانوروں میں بہتا خون نہ ہو، ان سے جو کچھ نکلے پاک ہے۔ اس اصول کا تقاضا ہے کہ ٹڈی کو ان پرندوں سے مستثنیٰ قرار دیا جائے، جن کے بارے مصنف اشباہ کا قول ہے کہ بیٹھ ناپاک ہے مگر جن جانوروں کو کھایا جاتا ہے ان کی بیٹھ ناپاک نہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ہر اس جانور کی بیٹھ پاک ہے جس میں بہتا خون نہ ہو، جیسا کہ ظاہر ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے کہ پرندوں کے سوا ہر جانور کا پاخانہ ناپاک ہے۔ مصنف کا یہ قول اپنے عموم پر باقی نہیں رہتا، جب تک اس سے مراد وہ حیوان لیے جائیں، جن میں بہتا خون نہیں ہوتا اور یہ بات تکلف سے خالی نہیں واللہ اعلم بالصواب (حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: پُس (یعنی تازہ بیاہنے والی بھینس، گائے کا کچھ دودھ) حلال ہے یا نہیں؟ بیان کریں اور اجر حاصل کریں۔

جواب: ظاہر ہے کہ حلال ہے (فاکہۃ البستان) صحاح اور صراح جیسی کتابوں میں ہے کہ فارسی میں اسے ''فلہ'' کہا جاتا ہے۔ (سندھی میں گھڑ یا پُس کہا جاتا ہے) اس کے بارے میں ''خلاصۃ الفتاوی'' میں بحوالہ ابراہیم شاہیہ ہے کہ: جس جانور کا گوشت حلال ہے، اس کا پُس بھی حلال ہے۔ ''سفر السعادۃ'' (شیخ عبدالحق دہلوی) کی شرح 'الصراط المستقیم' میں کبیر بن شہاب کا قول نقل کیا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رضی اللہ عنہ سے پنیر کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا کہ پنیر پانی اور دودھ اور پس سے بنایا جاتا ہے۔ اسے اللہ کا نام لیکر کھاؤ۔ اس قول سے اس کے جائز ہونے کا فائدہ حاصل ہوا، جیسا کہ ظاہر ہے۔ 'کنز العمل' نامی کتاب میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی معیت میں حضرت سعد بن ربیع کے گھر کی طرف روانہ ہوئے جن میں جابر بن عبداللہ بھی شامل تھے، وہاں ہم نے گوشت کے سالن کے ساتھ کھانا کھایا، اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، جبکہ ہم میں سے کسی نے وضو نہیں کیا۔ پھر میں عربوں کی کسی علاقے کی طرف نکل گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کا کھانا طلب فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ تازہ بچہ جننے والی بکری کے پُس کے سوا کچھ نہیں۔ بکری کو دوہیا گیا، اس کا پس پکایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا اور ہم نے بھی کھایا (یہ حدیث سعید بن منصور نے روایت کی) اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس پُس کھایا ہے اور یہ عجیب بات ہے جسے یاد رکھنا چاہیے، اس طرح فاکہۃ البستان میں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: غسل کے لئے شرعی صاع جس کی مقدار چار سوا چار کلو اور وضو میں ایک 'مُد' جس کی مقدار ایک کلو پانی ہے، استعمال کرنا لازم ہے یا نہیں۔ غسلِ جنابت کے علاوہ بیماری کی بناء پر نہانے میں زیادہ پانی استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ظاہر ہے کہ غسل میں 'صاع' اور وضو میں 'مُد' کم از کم مقدار ہے۔ اگر اس مقدار سے گوہر مقصود حاصل ہوجائے تو افضل ہے، مگر پانی کی یہ مقدار لازمی نہیں، جیسا کہ بحر میں ہے۔ یہ مقدار امام محمد نے عام عادت کے اعتبار سے مقرر کی ہے اور یہ حصول مقصد کیلئے کم از کم مقدار ہے۔ اگر مذکورہ بالا مقاصد کے لئے زیادہ پانی استعمال کرنا مطلوب تو جائز ہے اس سے بھی زیادہ ضرورت ہو تو استعمال کیا جاسکتا ہے، کیونکہ لوگوں کے طبائع اور احوال مختلف ہوا کرتے ہیں (البدائع) امام نووی نے پانی کی مقدار مقرر نہ ہونے پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ بخاری شریف میں جابر اور عائشہ رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع میں غسل فرمایا۔ جیسا کہ امام نووی شرح المہذب میں نقل فرماتے ہیں۔ بنا بریں جو مقدار اللہ کے رسول ﷺ نے استعمال فرمائی ہے، اگر اس سے مقصد حاصل ہو تو افضل ہے۔

رہا مسئلہ بیماری اور گرمی کی وجہ سے صاع سے زیادہ پانی استعمال کرنے کا تو یہ اسراف نہیں، بلکہ جائز ہے۔ کیا آپ کو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث معلوم نہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (مرض الموت میں) میرے گھر میں داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سخت ہوگئی تو ارشاد فرمایا کہ: مجھ پر سات ایسے مشکیزے پانی کے ڈالو جن کی بندشیں نہ کھلی ہوں، شاید میں لوگوں کو نصیحت کرسکوں۔ پھر ہم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے نہانے کے برتن میں آپ کو بٹھایا۔ اس کے بعد ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی یہاں تک کہ آپ نے اشارہ فرمایا کہ تم لوگوں نے میرے حکم کی تعمیل اور تکمیل کردی اب بس کرو۔ یہ حدیث بخاری میں موجود ہے۔ معلوم ہوا کہ بیماری اور گرمی کے ازالے کیلئے زیادہ مقدار میں پانی استعمال کرنا جائز ہے، اس کی ممانعت نہیں، جیسا کہ واضح کیا گیا۔ لہٰذا لوگوں میں اس کے بارے میں جو بات مشہور ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

فائدہ: جو بڑا برتن زمین میں نصب ہو، جب اس کا پانی ناپاک ہوجائے تو اسے تین بار دھویا جائے۔ ہر بار پانی گرایا جائے تو پاک ہوجائے گا اور دھونے کیلئے اسے زمین سے اکھاڑنا ضروری نہیں۔ (فرائض الاسلام مخدوم محمد ہاشم)

سوال: پانی کے علاوہ دیگر مائعات یعنی بہنے والی چیزیں ہیں، اگر ناپاک ہوجائیں تو ان کو پاک کرنے کے لئے ان میں وہی جنس ڈالی جائے یعنی اگر پانی ناپاک ہوگیا ہے تو پانی، دودھ ناپاک ہوگیا ہے تو دودھ ڈالا جائے اور اس طرح اسے جاری پانی کے حکم میں لایا جائے، جیسا کہ جامع الرموز وغیرہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ہے۔ کیا یہ روایت قابل اعتماد ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حقیقت حال بیان فرمائیں۔

جواب: ٹھٹہ کے علماء مثلاً مخدوم رحمۃ اللہ اور مخدوم حافظ صاحب اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور ان کا عمل اس کے برعکس ہے۔ ہم ان نیک صفت حضرات کی پیروی کرتے ہیں۔ (محمد ہاشم ٹھٹوی) میں بھی ان کے تتبع کو پسند کرتا ہوں واللہ اعلم بالصواب۔ (محمد عثمانی معلوی)

آپ کو معلوم ہے کہ اس روایت کو ضعیف قرار دینا ایسی بات ہے جس کی فقہی قواعد و ضوابط تائید نہیں کرتے، کیونکہ اسے پانی پر قیاس کیا گیا ہے۔ ابن ہمام نے وضاحت کی ہے تمام مائعات پانی کی طرح ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ پتلی اور بہتی ہوئی چیزوں کو پاک کرنے کا طریقہ وہی ہے جو ناپاک پانی کو پاک کرنے کا ہوتا ہے۔ یہی قول صحیح بلکہ زیادہ صحیح اور مختار مذہب ہے، جیسا کہ مخفی نہیں۔ مخدوم حامد آگھی نے اپنی تحریر میں وضاحت کی ہے کہ پیروی دراصل مذہب اور مسلک کی کی جائے گی نہ اقوال کی۔ اس لئے زیر بحث مسئلہ میں مختار مذہب کی پیروی کی جائے گی اور جو حضرات اسے ضعیف قول یا ضعیف روایت کہتے ہیں ان کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ در مختار میں ہے کہ ہم اسی قول کا تتبع کریں گے، جسے فقہاء نے ترجیح دی اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کا جو قول نقل کیا جاتا ہے، وہ آپ کا پہلا قول ہے، کیونکہ آپ نے اپنی کتاب 'فرائض الاسلام' میں نجس مائعات کو پاک کرنے کا مذکورہ بالا طریقہ ہی بتایا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کتاب انہوں نے زندگی کی آخری عمر میں لکھی ہے۔ اس لئے ان کا معمول بھی اسی پر ہے نہ کسی دوسرے قول پر۔ اس بات کی تائید اس فتویٰ سے بھی ہوتی ہے جو ان سے پوچھا گیا کہ بڑا برتن جس میں دودھ، یا لسی، یا عرقِ گلاب ہو اور وہ زمین میں نصب ہو اور اس میں کتا منہ ڈالے، تو اسے پاک کرنے کی غرض سے دوسری جانب سے دودھ، لسی عرق وغیرہ ڈال کر پاک کیا جائے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ آپ نے فتویٰ دیا کہ فقہی روایات کے مطابق پانی کی طرح دیگر مائعات میں بھی ویسی ہی چیزیں ڈال کر ان کو پاک کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (حررہ فقیر محمد ہاشم ٹھٹوی) ثابت ہوا کہ مائعات کو پاک کرنے کا طریقہ بھی پانی کو پاک کرنے کی طرح ہے، واللہ اعلم بالصواب (حررہ المفتقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: علماء کا اس بارے میں کیا قول ہے کہ سونے کے زیورات بناتے وقت آگ میں گرم کیے جاتے ہیں اور پھر ان کو گرم پانی میں ڈالا جاتا ہے جس میں خنزیر کے بال ہوتے ہیں، پھر اس پانی کو ٹھنڈا کیا جاتا ہے۔ کیا اس طرح کے زیورات کو پاک پانی میں تین بار دھونا ضروری ہے؟ یا اسے پاک کرنے کے لئے گرم کرکے ہر بار پاک پانی میں ٹھنڈا کیا جانا چاہئے اور یہ عمل تین بار دہرایا جائے؟ منیۃ المصلی میں ہے کہ لوہے کو گرم کرکے ناپاک پانی میں ٹھنڈا کیا جائے تو یہ پاک نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ اسی طرح تین بار گرم کرکے ہر بار اسے پاک پانی میں ٹھنڈا کیا جائے۔ کیا زیورات کے بارے میں بھی یہی حکم ہے؟ بیان کریں اور اجر حاصل کریں۔

جواب: بظاہر ایسے زیورات تین بار پاک پانی میں دھونے سے پاک ہوجاتے ہیں اور ان کو تین بار گرم کرکے ہر بار پاک پانی میں ڈالنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ زیورات کو ناپاک پانی میں ٹھنڈا کرنے کی غرض سے ڈالا جاتا ہے، نہ اس خیال سے کہ ناپاک پانی کی نجاست ان میں جذب ہو، جبکہ لوہے پر پانی چاڑھنے کا جو طریقہ مستعمل ہے، اس سے نجاست اس کے اندر جذب ہوجاتی ہے جو چھری وغیرہ کی تیزی اور صفائی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ مگر زیورات کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اسے گرم کرکے ناپاک پانی میں ڈالنے کا مقصد اسے ٹھنڈا کرنا ہوتا ہے ناپاک پانی چاڑھنا نہیں۔ بفرض محال تسلیم کر بھی لیا جائے کہ اس طریقے سے زیورات بھی ناپاک پانی جذب کر لیتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس طریقے سے پانی کی اتنی کم مقدار جذب کرتے ہیں کہ دھونے سے وہ نجاست نکل جاتی ہے، جیسا کہ طریقہ محمدیہ میں ہے۔

(جاری)

© rasailojaraid.com